www.KitaboSunnat.com

المبحث الثالث

لفظ کی معنی پر دلالت

۳۱۱۔ کسی لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کے واضح یا مخفی ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، ایک واضح الدلالۃ اور دوسری غیر واضح الدلالۃ، ذیل میں ہم ایک ایک پر علیحدہ بحث کریں گے۔

المطلب الاول الواضح الدلالة

۳۱۲۔ الواضح الدلالۃ کی چار اقسام ہیں، ظاہر، نص، مفسر اور محکم اس تقسیم میں بنیاد یہ چیز ہے کہ کس کی اپنے معنی میں دلالت واضح یا کمزور ہے، لہٰذا جس کی اپنے معنی میں سب سے کم دلالت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے، پھر نص، پھر مفسر زیادہ واضح ہوتا ہے، پھر محکم سب سے زیادہ واضح ہوتا ہے، ذیل میں ہر ایک پر انفرادی بحث ہے۔

پہلا ظاہر: ❶

۳۱۳۔ ظاہر کا لغوی معنی ہے۔ واضح، اصطلاح میں ظاہر وہ ہے جس سے بذات خود مراد واضح ہو یعنی اس کی وضاحت کسی خارجی امر پر موقوف نہ ہو اور نہ اس کی مراد اصل سیاق کا مقصود ہوتی ہے۔

اس کی مثال اللہ کریم کا یہ فرمان ہے: وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا. (البقرۃ: ۲۷۵) یہ فرمان بیع کی حلت اور سود کی حرمت میں ظاہر ہے، کیونکہ حل اور حرم کے کلمات سے فوری سمجھ میں آنے والا معنی یہی ہے، بغیر اس کے کہ اسے کسی خارجی قرینہ کی ضرورت ہو اور آیت کے اصل سیاق کلام کا بھی یہ مقصود نہیں ہے کیونکہ سیاق کا مقصود تو بیع اور سود کے درمیان مماثلت کی نفی کرنا ہے، اور ان لوگوں کے قول کا رد مراد ہے، جو کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی سود کی طرح ہے۔

نیز اس کی مثال یہ فرمان ربانی بھی ہے:

﴿وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر:۷)

---

❶ اصول السرخسی: ۱/ ۱۶۳۔ ۱۶۴، فواتح الرحموت: ۲/ ۱۹۔ شرح المنار: ص ۳۴۹۔ ۳۵۰ وعبدالوهاب خلاف: ص ۱۸۸۔ ۱۸۹.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اس معنی میں ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اوامر ونواہی میں ان کی اطاعت واجب ہے اور آیت کریمہ میں موجود الفاظ سے فوری طور پر یہی معنی سمجھ آتے ہیں آیت کے سیاق سے بھی یہ مقصود نہ ہے کیونکہ اصل میں اس آیت کو ذکر کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مال فئی کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے لیکن اس کے تحت یہ مطلقاً رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

نیز اس کی مثال یہ فرمان الٰہی بھی ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النسآء: ۳)

''(اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی سے۔''

یہ حلال عورتوں سے نکاح کرنے کے حکم میں ظاہر ہے اور یہ معنی آیت کے سیاق سے اصلاً مراد نہیں ہے، اس کے سیاق سے اصل میں یہ مراد ہے کہ جب ظلم سے امن ہو تو چار بیویاں رکھنا جائز ہے، ورنہ جب عدم عدل کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، جبکہ آپ ﷺ سے سمندر کے پانی کی طہارت کا سوال کیا گیا، هُوَ الطُّهُوْرُ مَآءُهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ یہ سمندر کے مردار کے حکم میں ظاہر ہے کیونکہ اصل میں بیان سے یہ مقصود نہیں ہے اس لیے کہ اصل میں سوال سمندری پانی کے بارے میں تھا نہ کہ اس کے مردار کے بارے میں۔

۳۱۴۔ ظاہر کا حکم:

۱۔ اس میں تاویل کا احتمال ہوتا ہے، یعنی ظاہر سے پھیر کر کوئی اور معنی مراد لیا جا سکتا ہے، اس طرح کہ اگر وہ عام ہو تو اس کی تخصیص ہو سکتی ہے اور اگر وہ مطلق ہے تو اس کی تقیید ہو سکتی ہے اور اس کو مجاز پر محمول کیا جائے گا حقیقت پر نہیں اور دیگر انواع تاویل (کا بھی احتمال ہو سکتا ہے)

۲۔ جب تک ظاہر سے ہٹانے والی کوئی دلیل نہ آئے تو اس کے ظاہری معنی پر عمل واجب ہے کیونکہ اصل یہی ہے کہ اس کے ظاہر سے اس کو پھیرا نہ جائے، ہاں اگر دلیل اس کا تقاضا کرے تو جائز ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ عموم بیع اور اس کی حلت میں ظاہر ہے، لیکن اس سے شراب کی بیع خاص ہوگی وہ جائز نہ ہوگی، اسی طرح وہ بیع بھی خاص ہوگی جو کسی بائع کی ملکیت میں نہ ہو اور دیگر ممنوع بیوع، جن سے شارع نے منع فرمایا ہے، وہ اس حلال بیع کے تحت داخل نہ ہوں گی جو آیت سے مستفاد ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ نسخ کو قبول کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد نسخ کا وجود نہیں ہے۔

دوسرا النص: ❶

۳۱۵۔ اصطلاح میں نص کا مطلب وہ چیز ہے جو اپنے لفظ اور صیغے سے کسی مفہوم پر دلالت کرے بغیر اس کے کہ اس کا توقف کسی خارجی امر پر ہو، اور بیان کلام سے وہی اصل میں مقصود ہو۔ ❷ اس بنیاد پر نص ظاہر سے زیادہ واضح ہے اور اس کا یہ ظہور اس لیے ہے کہ نص یہ معنی بیان کرنے کے لیے ہی ذکر کیا گیا ہے نہ کہ اس کے اصلی صیغے کی وجہ سے، اس کی مثال یہ فرمان ہے: وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا یہ خرید و فروخت کی حلت اور سود کی حرمت میں ظاہر ہے اور سود اور تجارت کے فرق میں نص ہے، کیونکہ یہ یعنی سود اور تجارت کا فرق ہی آیت کا فوری سمجھ آنے والا معنی ہے، اور سیاق آیت سے بھی یہی مقصود ہے کیونکہ یہ ان کافروں کے رد کے لیے آئی ہے جو کہا کرتے تھے کہ تجارت سود ہی کی طرح ہے۔

۳۱۶۔ نص کا حکم:

یہ تاویل کو قبول کرتی ہے اور صرف رسول اللہ ﷺ کے دور میں نسخ کو بھی قبول کرتی ہے، جب تک اس کی تاویل پر دلیل نہ آ جائے تب تک اس پر عمل کرنا واجب بھی ہے مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی ایسی دلیل نہ مل جائے تو اس کے علاوہ کسی معنی پر یا اس سے پھرنے پر دلالت کرے، تب تک موجب تاویل پر عمل کیا جائے گا۔

۳۱۷۔ نص اور ظاہر میں فرق:

پہلا فرق: نص کی اپنے معنی پر دلالت اس دلالت سے زیادہ واضح ہوتی ہے جو ظاہر

---

❶ اصول السرخسی: ۱/ ۱۶۴۔ ۱۶۵، فواتح الرحموت: ۲/ ۱۰۹۔ المحلاوی: ص ۸۴۔ ۸۵۔ ❷ نص کا لفظ قرآن کی آیت و حدیث نبوی پر بولا جاتا ہے کہا جاتا ہے کتاب وسنت کے دلائل، لہٰذا اس معنی میں نص کا لفظ ظاہر، نص، مفسر اور محکم کو اصطلاحی معانی میں شامل ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے معنی پر کرتا ہے۔

دوسرا فرق: نص کا معنی اصل طور پر مقصود ہوتا ہے اور ظاہر کا معنی تبعاً مقصود ہوتا ہے، اصل سیاق کلام اس کے لیے نہیں ہوتا۔

تیسرا فرق: نص میں ظاہر کی نسبت تاویل کا احتمال زیادہ بعید ہوتا ہے۔

چوتھا فرق: دونوں میں تعارض کی صورت میں نص ظاہر پر راجح ہوگا۔

۳۱۸۔ تاویل: ❶

تاویل لغۃ اٰلَ یَؤُوْلُ سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے وہ لوٹا۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ (ال عمران: ۷) یعنی جس طرف معاملہ لوٹے گا اور اصطلاح شرعی میں تاویل کا معنی بحیثیت تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے غیر مدلول ظاہر پر محمول کرنا جبکہ مدلول کی بھی گنجائش ہو اور صحیح تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہر غیر مدلول پر محمول کرنا جبکہ اس کے مدلول کا بھی احتمال کسی مضبوط دلیل سے ہو۔ صاحب تلویح نے اس کی تعریف یوں کی ہے، لفظ کو اس کے ظاہر معنی سے کسی مرجوح معنی کی طرف پھیرنا، جس پر کوئی دلیل دلالت کر رہی ہو۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ظاہر اور نص دونوں تاویل کا احتمال رکھتے ہیں، انہیں ان کے ظاہری متبادر معنی سے کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر سکتے ہیں، اس کا سبب وہ دلیل ہوتی ہے جو اس کا تقاضا کرتی ہے، حالانکہ اصل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے نہ پھیرا جائے، مطلب یہ ہے کہ اس کو غیر ظاہر (تاویل) پر محمول کرنے میں کسی قابل قبول دلیل کی نسبت ضروری ہے، اس اعتبار سے تاویل کی دو اقسام ہوں گی، ایک وہ جو درست ہو اور قابل قبول ہو، دوسری جو فاسد اور نا قابل قبول ہو۔ صحیح تاویل وہ ہے جس میں تاویل کی شروط صحت مکمل ہوں اور وہ یہ ہیں:

پہلا: کہ لفظ تاویل کو قبول کر سکتا ہو یعنی ظاہر اور نص ہو مفسر اور محکم، تاویل کو قبول نہیں کرتے۔

دوسرا: کہ لفظ تاویل کا محتمل ہو، یعنی جس طرف لفظ کو پھیرا جا رہا ہے وہ اس معنی کا احتمال

---

❶ الآمدی: ۳/ ۷۳ ومابعدھا۔ فواتح الرحموت: ۲/ ۲۲۔ وخلاف: ص ۱۹۱ ومابعدھا۔ التلویح علی التوضیح: ۱/ ۱۲۵۔ ارشاد الفحول: ص ۱۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہو، اگرچہ مرجوح ہی ہو، جب لفظ میں اس کا احتمال نہ ہوگا، تو تاویل صحیح نہ ہوگی۔

تیسرا: وہ تاویل کسی معقول دلیل کی وجہ سے ہو، یعنی وہ نص ہو یا قیاس، یا اجماع یا تشریعی حکمت اور اس کی عام ابتدائی بنیاد ہو، جب تاویل کی نسبت کسی مقبول دلیل کی طرف نہ ہوگی تو تاویل غیر مقبول ہوگی۔

چوتھا: تاویل نص صریح کے معارض نہ ہو۔

اس کے بعد یہ کہ کوئی قریب الفہم تاویل ایسی بھی ہوتی ہے جس کے اثبات کے لیے ادنیٰ دلیل بھی کافی ہوتی ہے۔

اور کبھی کوئی بعید عن الفہم تاویل ایسی بھی ہوتی ہے جس کے لیے کوئی بھی دلیل کفایت نہیں کرتی، بلکہ اس میں کوئی مضبوط دلیل ضروری ہوتی ہے، جو اس کو ایسی تاویل بنا دے جو مقبولیت کے لائق ہو، ورنہ وہ تاویل غیر مقبول کے مقام پر ہوگی لہٰذا چھوڑ دی جائے گی۔

۳۱۹۔ صحیح تاویل ہی کے زمرے میں آتی ہے عموم بیع کی تخصیص جو اللہ کریم کے اس فرمان سے مستفاد ہے وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ اور اس حدیث مبارکہ سے جس میں چند معین بیوع سے منع آیا ہے جیسے انسان کا وہ سودا بیچنا جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے۔

نیز تاویل صحیح میں سے یہ بات بھی ہے کہ ان مطلقات کے حکم سے جو اللہ پاک کے اس فرمان میں ہیں ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ مدخول بہا عورتوں کو خاص کر دیا ہے، اس تخصیص کی دلیل یہ فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۝﴾ (الاحزاب: ٤٩)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو، اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں، جسے تم شمار کرو، سو انھیں سامان دو اور انھیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔''

جس طرح کہ مطلقات کو عموم کے غیر حاملات سے خاص کیا ہے کیونکہ حوامل کی عدت تو وضع حمل ہے، اس دلیل سے ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق:٤)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔''

نیز یہ تاویل بھی جائز ہے کہ اس حدیث میں وَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ شَاۃً شَاۃٌ میں شَاۃٌ کی تاویل قیمت سے کر دی جائے، یوں حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ چالیس بکریوں میں ایک بکری یا اس کی قیمت زکوٰۃ میں واجب ہوگی، اور اس تاویل کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ کا اصلی مقصود فقراء کی ضرورت پوری کرنا ہے، یہ مقصد جس طرح بکری فقیر کو دے دینے سے حاصل ہوتا ہے، یوں بھی پورا ہوسکتا ہے کہ اس کی قیمت نکالی جائے اور مستحقین میں تقسیم کر دی جائے۔ ❶

یہ تاویل بھی جائز ہے کہ بیع کو ہبہ پر یا ہبہ کو بیع پر محمول کر لیا جائے، اس کی دلیل یہ ہے کہ من حیث الجملۃ ان کے الفاظ میں سے ہر ایک میں دوسرے کا احتمال ہوتا ہے۔

کبھی تاویل بعید ہوتی ہے جس کا تعلق کسی مقبول دلیل سے نہیں ہوتا، اس صورت میں یہ تاویل جائز نہ ہوئی، اسی لیے مقبول بھی نہ ہوگی، اس کی مثال وہ حدیث مبارکہ ہے کہ فیروز دیلمی جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دو بہنیں تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان میں سے جس کو چاہتے ہو اپنے پاس رکھ لو اور دوسری کو چھوڑ دے، اس حدیث کے الفاظ کا متبادر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیروز رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا کہ ایک کو رکھ لیں اور دوسری کو چھوڑ دیں، لیکن حنفیہ نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے پہلی بیوی کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے، جبکہ صورتحال یہ ہو کہ دونوں سے ایک عقد میں نکاح ہوا، اور حنفیہ کے یہ قیاس کرنے کی دلیل اسے اس مسلمان پر قیاس کرنا ہے، جب وہ دو بہنوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کرے یا دو یکے بعد دیگرے عقود سے نکاح کرے، یہ دلیل ضعیف ہے، تو یہ تاویل بعید ہوئی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فیروز رضی اللہ عنہ سے نکاح کی کیفیت کے بارے میں نہ پوچھا کہ کیا ایک عقد میں ہوئے یا دو عقود میں، اگر حدیث کی مراد وہی ہوتی جو کہ احناف کہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ ان سے پوچھتے یا پھر خود ہی ابتداً حکم واضح کر دیتے کیونکہ اس وقت احکام اسلام سے نئے نئے روشناس ہوئے تھے، اس وقت اس بات کا بتلا دینا بہت مناسب تھا، لیکن جب ایسی کوئی بات نہ ہوئی تو اس سے واضح ہوا کہ احناف کی تاویل مرجوح ہے اور قابل قبول نہیں۔

---

❶ احناف میں سے آمدی نے تمام بعید تاویلات میں سے اس تاویل کو معتبر سمجھا ہے، جبکہ ذیل کی تاویل کو مقبول نہیں مانا۔ الآمدی: ۳/ ۷۹.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۲۰۔قوانین وضعیہ میں تاویل:

جس طرح نص اور ظاہر میں تاویل نصوص شرعیہ میں جائز ہے۔اسی طرح جب مناسب ہوتو نصوصِ قانونیہ میں بھی جائز ہے،اس کی مثال سزاؤں کے مصری قانون میں چوری کے متعلق وارد قانون میں رات کا لفظ ہے،اسے مادہ ۳۱۳ اور مادہ ۳۱۷ میں سخت ظرف شمار کیا گیا ہے۔ مادہ ۳۵۲ اور مادہ ۳۵۶ میں منصوص آلات زراعت کی تخریب میں بھی قانون عقوباتِ مصری میں سے ظرف شمار کیا گیا ہے۔رات کے لفظ سے ظاہری غروب آفتاب سے طلوع تک ہے لیکن تاویل کا احتمال سخت اندھیرے کے وقت کا ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ چور اندھیرے کو اپنے جرم کے لیے غنیمت جانتا ہے،لیکن غروب آفتاب کے ساتھ ہی اندھیرا اثر نہیں کرتا۔ بہرحال! تاویل میں احتیاط اور اس کے استعمال سے بچنا ضروری ہے، یہ بھی تاکید کر لینی چاہیے کہ اس کی دلیل صحیح ہوتا کہ زعمِ تاویل میں فقیہ خلطِ مبحث اور اتباع خواہش میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تیسرا،مفسر: ❶

۳۲۱۔مفسر کا لفظ فسر سے نکلا جس کے معانی کھلنا، واضح ہونا ہے،لہٰذا یہ مکشوف یعنی کھولا ہوا، کے معنی میں ہوا اصطلاحاً اس کا معنی یہ ہے کہ جو نص سے زیادہ واضح ہو اور وہ خود اپنے معنی پر اس تفصیلی انداز سے دلالت کرے کہ تاویل کا احتمال نہ رہے، اس کی مثال اللہ کریم کا یہ فرمان ہے:﴿وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً﴾ (التوبة: ٣٦) ''اور تم سب مشرکین سے لڑو۔'' اس میں مشرکین کا کلمہ اسم ظاہر اور عام ہے لیکن اس میں تخصیص کا احتمال ہے،لیکن جب اس کے بعد کافة کا کلمہ کہہ دیا تو احتمال تخصیص ختم ہو گیا لہٰذا یہ مفسر ہو گیا۔

نیز اس کی مثال یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً﴾ (النور: ٤)

''اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (۸۰) کوڑے مارو۔''

---

❶ فواتح الرحموت: ۲/ ۱۹۔۲۰، المحلاوی: ۸۵۔۸۶، خلاف: ص ۱۹۳۔ اصول السرخسی: ۱/ ۱۶۵.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثَمَانِيْنَ کے لفظ میں احتمال تاویل نہیں ہے کیونکہ یہ ایک معین عدد ہے جو زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتا لہٰذا یہ مفسر ہوا۔

نیز اس کی مثال وہ فرمان الٰہی ہے جو غیر مدخول بہا مطلقات سے عدت کی نفی کرتا ہے، فرمایا: ﴿فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا﴾ (الاحزاب: ٤٩) ''تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔'' تَعْتَدُّوْنَهَا کے کلمہ نے ان عورتوں سے احتمال عدت کو ختم کر دیا، جو اس مدت معہودہ کے بغیر ہے جس کا مطلقہ انتظار کرتی ہے، عدت یہاں مفسر کے قبیل سے ہوئی، اسی طرح اس کی مثالی یہ قول بھی ہے کہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے لو، اس میں طلقی کا کلمہ خاص ہے جس میں تین طلاقوں کا احتمال ہے لیکن واحدۃ کے ذکر سے تاویل کا احتمال ختم ہو گیا، نیز اس کی مثال وہ الفاظ بھی ہیں جو قرآن کریم میں مجمل آئے ہیں، حدیث نے ان کی ایسی قطعی تفصیل کر دی ہے، جس نے ان کے اجمال کو ختم کر دیا ہے، وہ مفسر ہو گئے ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۝﴾ (ال عمران: ٩٧)

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے نماز، زکوٰۃ اور حج کے معانی بیان فرما دیئے اور اپنے اقوال وافعال سے ان کا مقصود بیان کر دیا، سو یہ الفاظ مفسر ہو گئے جو تاویل کا احتمال نہیں رکھتے۔

۳۲۲۔ مفسر کا حکم یہ ہے کہ تفصیلی معنی پر عمل واجب ہے اور جو اس کا قطعی معنی ہے، اس پر بھی عمل واجب ہے لیکن زمانہ رسالت میں اس کے منسوخ ہونے کا احتمال رہے گا کیونکہ اس وقت احکام نسخ کو قبول کرتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن وسنت میں سے ہر ایک محکم ہو چکے ہیں، جو نسخ کو محتمل نہیں ہیں کیونکہ سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔

۳۲۳۔ تفسیر اور تاویل میں فرق:

وہ تفسیر جس کی موجودگی میں مفسر کلمہ تاویل کو قبول نہیں کرتا، وہ ہے جو خاص اس لفظ سے مستفاد ہو، جیسا کہ قرآنی دلائل سے ابھی ذکر ہوا، یا جو اس قطعی تفسیری بیان سے ہو جو خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے نماز، زکوۃ، حج کی مثالیں ذکر کی ہیں، جسے سنت نبویہ نے مفسر کر کے اس میں تاویل کا احتمال نہ رہنے دیا، اور یہ تفسیر اس صیغہ یا لفظ کے ساتھ ملحق شمار ہوگی اور نص کا جزء ہوگی لیکن تاویل یہ ہے کہ لفظ کے مفہوم کو اجتہاد کے طریق سے دلیل ظنی سے بیان کرنا لیکن یہ قطعی نہیں ہے جیسا کہ وہ مفسر ہوتا ہے جسے تفسیر نے بیان کیا یعنی شارع علیہ السلام نے خود نص کی مراد بیان کی ہو، اسی وجہ سے مجتہدین کی تاویل قطعی نہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اصلاً مراد وہ نہ ہو جو انہوں نے بیان کی ہے۔

۳۲۴۔قوانین وضعیہ میں مفسر:

جب نصوص قانونیہ وضعیہ اپنے الفاظ کے ساتھ اپنے مفصل معانی پر اس طرح دلالت کرنے والی ہوں کہ ان کی تاویل کا احتمال نہ رہے تو اس حالت میں وہ مفسر ہوں گی۔ اس کی مثال عراقی شہری قانون کے مادہ نمبر ۴۵۱ کی درج ذیل نص ہے: ''رسمی سندات تمام لوگوں پر حجت ہوں گی، ان کے علاوہ امور میں نہیں جو عام ملازم اپنی ذمہ داری کی حدود میں ادا کر رہا ہے۔ یا اختیار والوں سے اس کے ہاں وضع ہوئی ہے، جب تک قانوناً مقرر ذرائع سے ان کا جھوٹ ثابت نہ ہو جائے۔'' اس مادہ میں مذکورہ سندات سب لوگوں پر بلا استثناء حجت ہوں گی کیونکہ الناس کے بعد کافہ کے لفظ نے تخصیص کے احتمال کی نفی کر دی ہے لہٰذا یہ مفسر ہو گیا ہے۔

۳۲۵۔قوانین وضعیہ میں مفسر وہ تمام الفاظ ہیں جو ان میں آئے ہیں جن کی ان قوانین نے خود مراد واضح کر دی ہے عراقی قوانین وضعیہ میں یہ بات اکثر ہے کہ وہ اپنے مراد معانی کو واضح کرتے ہیں۔ تو ان نصوص اور الفاظ وعبارات کو مفسر شمار کیا جائے گا، ان میں تاویل کا احتمال نہیں، اس کی مثال شہری خدمت کے دوسرے قانون سے رقم ۲۴ سنہ ۱۹۶۰ کے مادہ کی درج ذیل نص ہے: اس قانون کا مقصد تعبیر ہے۔

موظف: ہر وہ شخص جس کے ساتھ مستقل کام کا عہد ہے وہ ملازمین کی خاص ملکیت/ اختیار میں داخل ہے۔

مستخدم: ہر وہ شخص جسے حکومت مستخدمین کیلئے دائمی اختیار کے کام میں استعمال کرے۔

ملاك: وظائف اور درجات جو اس کے لیے معین اور صادق ہیں میزانیہ قانون یا وزیر مالیہ کی جانب سے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وزیر: وزیراعظم جو ملازمین و مستخدمین کو خاص مجلس وزراء سے کرے اور اس کے تابع اداروں سے، وزیر وہ ہے جو اپنی وزارت کے ملازمین و مستخدمین وغیرہ کے خاص کام کرے۔

تو مؤظف، مستخدم، ملاک یا وزیر سے مراد معنی قانون نے خود اس انداز سے بیان کر دیا ہے جسے اس کے بیان کردہ معنی کے علاوہ معنی کا احتمال ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مفسر ہے۔

۳۲۶۔ قوانین وضعیہ میں مفسر یہ بھی ہے کہ قانون بنانے والا خود ہی نص قانونی کی تفسیر کا ذمہ دار ہو جائے، اس کا معنی ایسی تفصیل وتحدید سے واضح کر دے کہ اس کی تفصیل وتحدید کے علاوہ معنی کا احتمال ہی ختم ہو جائے، تو اس حالت میں نص مفسر ہوگی، وہ تفسیر نص اصلی سے ملحق ہوگی اور اس کا ایک جزء ہوگی، یہ تفسیر قانون بنانے والے نے بذات خود کی ہو یا اس سے صادر ہوئی ہو جس کو اس نے اس کی تفسیر کا حق دیا تھا۔ اس تفسیر کی مثال جسے حق سپرد کیے گئے کی طرف سے صادر کیا گیا ہے کہ قانون مصری رقم ۲۶۴ سنہ ۱۹۵۲ نے قانونِ اصلاحِ زرعی مصری رقم ۱۷۸ سنہ ۱۹۵۲ میں نیا مادہ رقم ۱۴ دوبارہ شامل کیا ہے کہ اصلاحِ زراعی کا بااختیار ادارہ اس قانون کی تفسیر و احکام کا اختیار رکھتا ہے وہ ان کو جاری کرے گا، اس کے متعلق اس کے فیصلوں کو لازمی قانون شمار کیا جائے گا اور یہ فیصلے سرکاری اخبار میں بھی شائع کیے جائیں گے۔ [1]

چوتھا، محکم: [2]

۳۲۷۔ لغت میں محکم مضبوط چیز کو کہتے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں وہ لفظ ہے جس کی اپنے معنی پر بڑی قوی دلالت ہوتی ہے اور مفسر کی دلالت سے بھی زیادہ دلالت ہوتی ہے اور یہ نسخ یا تاویل کو بھی قبول نہیں کرتا۔

یہ تاویل کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ یہ اس حد تک واضح ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں تاویل کا کوئی احتمال رہتا ہی نہیں یہ نسخ کو بھی قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ ایسے بنیادی حکم پر دلالت کرتا ہے جو بالطبع تبدیلی اور تغیر کو قبول نہیں کرتا۔

یا وہ بالطبع نسخ کو قبول تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی چیز ایسی ملی ہوتی ہے جو اس سے

---

[1] المدخل للعلوم القانونية لاستاذنا الدكتور عبدالمنعم البدراوي: ص ٢١١.

[2] المسودة: ص ١٦١ـ ١٦٢، المحلاوي: ص٨٦ـ٨٧، اصول السرخسي: ١/ ١٦٥ـ خلاف: ص١٩٥ـ١٩٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتمال نسخ کو ختم کر دیتا ہے۔

وہ اصلی اور بنیادی احکام جو بالطبع کسی بھی نسخ کو قبول نہیں کرتے وہ دلائل ہیں جو اللہ پر ایمان، آخرت اور رسولوں پر ایمان، حرمت ظلم، وجوب عدل وغیرہ سے متعلق ہیں اور وہ جزئی احکام جن کے ساتھ اس کی تائید کرنے والی کوئی چیز ملی ہو، محصنات پر الزام لگانے والوں کا حکم ہے ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ (النور: ٤) ''اور ان کے لیے تم کبھی بھی گواہی قبول نہ کرو۔'' اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کی حرمت والا فرمان ہے: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ (الاحزاب: ٥٣) ''اور تمہارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔'' اور یہ فرمان: اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ''جہاد قیامت تک جاری ہے۔'' اس نوع کو محکم بعینہٖ کہتے ہیں اور یہاں یہی قسم مراد ہے اور کبھی محکم سے مراد وہ ہے جو وفات نبی کریم ﷺ کی وجہ سے وحی کے منقطع ہونے کے سبب ہوتی ہے، اس کو محکم لغیرہ کہتے ہیں جو یہاں مقصود نہیں ہے۔

۳۲۸۔ محکم کا حکم:

جس پر یہ قطعی طور پر دلالت کرے اس پر عمل کرنا واجب ہے اس میں اس کے اپنے معنی کے غیر کا احتمال نہیں ہوتا، یہ نسخ وابطال کا احتمال نہیں رکھتا۔

۳۲۹۔ واضح الدلالت کے مراتب:

ہم کہتے ہیں کہ واضح الدلالۃ کی چار اقسام ہیں، ظاہر، نص، مفسر، محکم یہ تمام واضح الدلالۃ ہیں، لیکن ان کی اپنے معانی پر دلالت کی قوت میں فرق ہے، اپنے معنی پر سب سے قوی دلالت محکم کی ہوتی ہے، پھر مفسر، پھر نص اور پھر ظاہر ہے بوقت تعارض ان کی قوت دلالت واضح ہوتی ہے، جب ظاہر اور نص باہم متعارض ہوں تو نص مقدم ہوگی کیونکہ نص کی دلالت نسبت ظاہر کے زیادہ واضح ہے، اور جب نص اور مفسر میں تعارض ہوگا، تو مفسر، نص پر راجح ہوگا، اور محکم ان تمام پر راجح ہوگا، ان سب کی مثالیں ہم تعارض وترجیح کی بحث میں ذکر کریں گے جو تیسری فصل میں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المطلب الثانی:

غیر واضح الدلالۃ

۳۳۰۔ یہ وہ لفظ ہے جس کی اپنے معنی میں دلالت کرنے میں کچھ پوشیدگی اور پیچیدگی ہو وہ خود اپنے معنی پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ اس دلالت کا انحصار خارجی امر پر متوقف ہوتا ہے اس پوشیدگی کے بھی کئی مراتب ہیں، سب سے زیادہ خفاء متشابہ میں ہوتا ہے اور اس سے کم خفاء مجمل میں ہوتا ہے، پھر مشکل اور پھر خفی کا مقام ہے، ذیل میں سب کے بارے میں علیحدہ علیحدہ بحث ہے۔

۳۳۱۔ پہلا، خفی: ❶

خفی وہ ہے جس کی اپنے معنی پر دلالت تو واضح ہوتی ہے، مگر اس معنی کے تمام افراد پر اس کے انطباق میں کچھ پوشیدگی و پیچیدگی ہوتی ہے اور ان بعض افراد کی نسبت پوشیدگی و پیچیدگی کو ختم کرنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کی مثال اس فرمان الٰہی میں وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المآئدۃ:۳۸) لفظ سارق ہے، چور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو چپکے سے کسی محفوظ مقام سے کسی کا مال لے لے۔ سارق کے لفظ کا ظاہر یہ ہے کہ یہ اس کے تمام افراد کو شامل ہو، حتیٰ کہ وہ شخص جو لوگوں کی بیداری میں ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کا مال چرا لیتا ہے جسے لوگ طرار کہتے ہیں اسے بھی یہ لفظ شامل ہو اور اپنے ظاہر کے لحاظ سے یہ لفظ اسے بھی شامل ہو جو قبروں سے مردوں کے کفن چرا لیتا ہے، جسے نباش کہتے ہیں، اور ان دونوں (طرار، نباش) کے لیے سارق کا لفظ خفی المعنی کے طور پر ہے کیونکہ ان دونوں پر اس نام کو منطبق کرنا، من حیث المعنی اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے کوئی خارجی امر ضروری ہے اور خفا کی وجہ یہ ہے کہ ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے کہ وہ تو ان دو ناموں سے خاص ہیں، یعنی وہ دونوں سارق کے افراد میں سے نہیں ہیں۔

لیکن غور و فکر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ طرار کو اس نام سے خاص کرنے کا مرجع اس طرف ہے کہ چوری کے معنی میں اس قید کا اضافہ کر دیا جائے کہ وہ اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتا

---

❶ اصول السرخسی: ۱/ ۱۶۷۔ المحلاوی: ص ۸۷۔۸۸، خلاف ص ۱۹۸۔۲۰۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کھلی آنکھوں کے سامنے آدمی کی غفلت میں چیز چرا لیتا ہے اس اعتبار سے اس کی چوری زیادہ خطرناک اور اس کا جرم زیادہ گھبراہٹ انگیز ہے۔ لہٰذا اس پر لفظ سارق آ سکتا ہے، اور اس پر چور کی حد جاری کی جائے گی، نباش کو اس نام کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ چوری کے مفہوم میں کمی کرنا ہے کیونکہ وہ اپنا پسندیدہ مال کسی محفوظ مقام سے نہیں چراتا کیونکہ قبر کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے نہ میت محافظ ہو سکتا ہے لہٰذا اس کو سارق کا لفظ شامل نہ ہوگا نہ اس پر چور کی حد جاری کی جائے گی بلکہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی، یہ مذہب بعض فقہاء جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (ہیں) کا ہے۔

جبکہ جمہور فرماتے ہیں کہ سارق کا لفظ نباش کو شامل ہے کیونکہ اسے نباش کہنے سے اس بات کی نفی نہیں ہو جاتی کہ اس پر سارق کا معنی منطبق کیا جائے، یہ اختصاص ایسے ہی ہے کہ ایک جنس کی کسی نوع کے ساتھ کوئی نام خاص کر دیا جائے تو وہ اس جنس کے تحت داخل ہی رہے گا، نباش بھی چور کی جنس میں سے ایک نوع کا نام ہے اس طرح یہ سارق کہا جا سکتا ہے، رہی یہ بات کہ قبر محفوظ مقام نہیں ہے، یہ قول مردود ہے کیونکہ کفن کے حوالے سے وہ محفوظ جگہ ہو سکتی ہے، کیونکہ ہر چیز کے لیے کوئی محفوظ جگہ ہوتی ہے، جو اس کے مناسب ہوتی ہے اور کفن ایک ناپسندیدہ چیز ہونے کے باوجود کچھ مالیت کا ہوتا ہے لہٰذا اس میں مسروق کی شرط پائی جا رہی ہے، یعنی مالیت ہونا تو اس پر چوری کی سزا لگائی جائے گی اور جمہور کا یہ قول ہی راجح ہے۔

نیز اس کی مثال حدیث مبارکہ لَا يَرِثُ الْقَاتِلُ میں لفظ قاتل ہے کیونکہ یہ ایک عام لفظ ہے اور اپنے ظاہری مفہوم سے جان بوجھ کر اور غلطی سے قتل کرنے والے، دونوں کو شامل ہے، لیکن عمداً قتل کرنے والے پر اس کی دلالت ظاہری ہے، لیکن خطأً قتل کرنے والے پر اس لفظ کو منطبق کرنے میں کچھ پوشیدگی ہے، اس کا سبب خطا سے موصوف ہونا ہے، کیونکہ وراثت سے محرومی بھی ایک سزا ہے اور عام طور پر خطا کا حکم عمد سے مختلف ہے، جب باقی سزا کے استحقاق میں مختلف ہے تو وراثت سے محرومی (کی سزا) میں اس کے برابر ہو جائے گا؟ اور اس صورت میں اس کو قاتل کہا جائے گا؟ اور اس صورت میں اس کو قاتل کہا جائے گا یا نہیں؟ بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سزا میں برابری ہوگی قاتل کا لفظ جان بوجھ کر قتل کرنے والے کو بھی شامل ہے جس طرح کہ یہ خطأً سے قتل کرنے والے کو شامل ہے، سو دونوں ہی میراث سے محروم ہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے، اس رائے کی دلیل یہ ہے کہ خطاء سے قتل کرنے والے کو بھی قاتل ہی کہتے ہیں اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے احتیاط کے پہلو میں کوتاہی کی ہے، سو اس کی کوتاہی کی سزا میں اسے میراث سے محروم کیا جائے گا، اس لیے بھی کم وراثت سے محرومی تھوڑی سزا ہے مکمل سزا نہیں ہے۔ سو عمداً قتل کرنے والے کے برابر کرنے میں کوئی مانع نہ ہے، لیکن یہ قصاص کی سزا میں مختلف ہوگا کیونکہ اگر اسے یہ تھوڑی سزا نہ دی جائے گی تو یہ اس بات کا سبب بنے گا کہ وارثوں میں قتل عام ہو جائے گا اور وہ خطاء کا دعویٰ کر دیں گے، سو اس دروازے کو بند کرنے اور اس ذریعہ کو روکنے کے لیے اور وقت سے قبل کسی چیز کو جلدی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے میراث سے محروم کر دیا جائے۔

بعض دیگر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں قاتل کا لفظ خطاء سے قتل کرنے والے کو شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے ہاں برے ارادے کا وجود نہ تھا، سو وہ مکمل سزا کا مستحق نہ ہوگا، جو کہ قصاص ہے، نہ تھوڑی سزا کا مستحق ہوگا یعنی میراث سے محرومی اور یہی صورت حال ہر اس لفظ کی ہے جس کی اپنے معنی پر دلالت تو ظاہر ہو لیکن بعض افراد پر اسے منطبق کرنے میں کچھ پوشیدگی ہو، سو وہ ان بعض افراد کی نسبت سے خفی ہے اگر غور و فکر کے بعد اس پر وہ لفظ بولا جا سکے تو اس پر وہ حکم جاری ہوگا اور اگر اس پر وہ معنی منطبق نہ ہو سکے تو اس پر اس کا حکم جاری نہ ہوگا۔ اس بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔

۳۳۲۔ قوانین وضعیہ میں خفی کی مثال:

مصری سزاؤں کے قانون کے مادہ ۳۱۱ کی نص ہے: جس نے کسی کی مملوکہ منقولہ چیز چھین لی تو وہ چور ہے تو کیا چور کا لفظ برقی رو (بجلی) چوری پر بولا جائے گا؟ بجلی کی چوری میں مخفی بات مالِ منقول ہے، منقول عام طور پر وہ چیز ہے جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن ہو، تو کیا یہ معنی (برقی رو) بجلی پر منطبق ہے؟ مصر کی عدالت جس نتیجہ پر پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ اسے منتقل شمار کیا جائے گا۔ اسی کے تحت بجلی چور پر اس مادہ کی نص منطبق ہوگی۔

۳۳۳۔ خفی کا حکم:

اس عارضہ میں غور و فکر کیا جائے گا جو بعض افراد پر وہ لفظ منطبق کرنے کا موجب بنا اگر یہ سمجھ آئے کہ لفظ اس کو شامل ہے تو اس کو اسی کے افراد میں شمار کیا جائے گا، اور اسی کا حکم لے لیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا جیسے مسئلہ طرار میں ہے اور اگر یہ محسوس ہو کہ لفظ اس کو شامل نہ ہے تو اس کا حکم نہ لیا جائے گا جیسا کہ نباش کے متعلق ہے غور و فکر کے بعد کبھی تو فقہاء متفق ہوتے ہیں اور کبھی مختلف۔

دوسرا، مشکل: ❶

۳۳۴۔ یہ لفظ لغوی طور پر اَشْكَلَ عَلٰى كَذَا سے ماخوذ ہے، یعنی وہ اپنے ہم مثل میں داخل ہوا، اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جس جیسے اور معانی میں داخل ہونے کی وجہ سے اس کی مراد مشتبہ ہوگئی ہو، اس طرح کہ مراد معلوم نہ ہو، الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل ہو جو اسے ہم مثل سے ممتاز کر دے، بالفاظ دیگر، مشکل وہ ہے جو کلام یا لفظ کئی معانی کا احتمال رکھتا ہو اور ان میں سے کوئی ایک مراد ہو، لیکن وہ ہم مثل معانی میں داخل ہو گیا ہو تو اس شمول کی وجہ سے وہ سامع پر مخفی ہو گیا ہو، اور وہ اسے ہم مثل سے متمیز کرنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت محسوس کرے، اس خفا کا سبب خود لفظ اور اس کا صیغہ ہے، وہ اپنے صیغے کے ذریعے اپنی مراد نہیں بتا سکتا، بلکہ خارجی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی مراد بتائے یہ خفی کے برخلاف ہے۔ اس کا خفاء من حیث اللفظ نہیں ہوتا، بلکہ وہ بعض افراد پر اس لفظ کو منطبق کرنے میں اشتباہ کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس کی وجہ لفظ سے خارجی عوامل بنتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔

۳۳۵۔ مشکل کی مثالوں میں سے مشترک لفظ ہے کیونکہ وہ لغوی طور پر ایک سے زائد معانی کے لیے بنایا گیا ہوتا ہے اور وہ بنفسہٖ کسی معنیٰ (خاص) پر دلالت نہیں کرتا، اور اس کی مراد کو محدود بھی خارجی قرائن کرتے ہیں، یہ وہ چیز ہے جس میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں لفظ قرء ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرة: ۲۲۸) یہ لفظ حیض اور طہر دونوں کے لیے موضوع ہے، اب اس کی اصل مراد قرائن ہی متعین کریں گے۔

اور اس کی مثال یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان: نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (البقرة: ۲۲۳) میں اَنّٰی کا لفظ، لغت میں یہ لفظ من این اور کیف دونوں معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے، دلیل کا سیاق اور قرائن ہی اس کی مراد متعین کریں گے،

---

❶ اصول السرخسی: ۲/ ۱۶۸۔ المحلاوی: ۸۸، ۸۹۔ خلاف: ۲۰۰، ۲۰۱۔ اصول الفقه لشیخنا ابوزهرة: ۱۲۲، ۱۲۳.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ آیت نے متعین کیا ہے، لہٰذا یہ نص احوال کی عمومیت پر دلالت کرتی ہے، محل کی عمومیت پر نہیں۔

۳۳۶۔قوانین وضعیہ سے مشکل کی مثال:

عراقی شخصی قوانین کے رقم ۱۸۸ سنہ ۱۹۵۹ کے آٹھویں مادہ کی نص یہ ہے ''اٹھارہ سال عمر پوری ہونے پر شادی کی اہلیت ثابت ہو جاتی ہے۔'' اس نص نے بتایا کہ اٹھارہ یعنی اٹھارہ سال پورے ہونے پر اہلیت زواج ثابت ہو جاتی ہے۔لیکن سال کا لفظ شمسی سال اور قمری سال دونوں کا احتمال رکھتا ہے، لہٰذا: یہ مشکل ہے۔لیکن یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس سے قمری سال مراد ہیں یا شمسی سال؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات خاندانی مسائل سے ہے، ان کے فیصلے شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتے ہیں، ان کا ان قوانین میں بیان آیا ہو یا اس قانون میں اس کی نص نہ ہو، جیسا کہ اس کے پہلے مادہ میں ہے۔ چونکہ شریعت اسلامیہ میں سال کا حساب قمری سے کیا جاتا ہے۔تو یہ اس بات کا قرینہ ہوگیا کہ اٹھارہ سال کے پورے ہونے سے مقصود قمری اٹھارہ سالوں کا پورا ہونا ہے۔

۳۳۷۔مشکل کا حکم:

اس بنیاد پر مشکل کا حکم یہ ہے کہ مشکل لفظ کے معنی ومراد پر دلالت کرنے والے دلائل وقرائن پر غور کیا جائے گا، اور بحث ونظر کے نتیجے پر عمل کیا جائے گا، یہ اس طرح ہوگا کہ پہلے لفظ کے تمام مفاہیم پر غور کیا جائے گا، اس کو ضبط کرنے کے بعد معنی ومقصود نکالنے پر غور کیا جائے گا۔

۳۳۸۔تیسرا، مجمل:[1]

لغۃ میں مجمل کا معنی مبہم ہے، یہ اجمل الامر سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے کہ اس کو مبہم کر دیا اور اصطلاح میں، جیسا کہ امام سرخسی فرماتے ہیں، وہ لفظ جس کی مراد مجمل سے استفسار پر معلوم ہو اور کسی بھی انداز سے اس کی مراد بیان کرنے سے (مفہوم ملے گا) یہ ایسا لفظ ہے جس کی مراد مخفی ہوتی ہے، اس طرح کہ متکلم کے بیان ہی سے معلوم ہو سکتی ہے، کیونکہ متکلم کے مقصد پر کوئی قرینہ نہیں ہوتا جو اس مقصد کو بتا سکے، لہٰذا مجمل میں کسی عارضہ کی وجہ سے

---

[1] اصول السرخسي: ۱/ ۱۶۸۔ خلاف: ص ۳۰۴.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خفاء نہیں ہوتا، بلکہ لفظ کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی مجمل لفظ اپنے صیغہ سے مراد پر دلالت نہیں کرتا اور حالیہ یا لفظی قرائن بھی موجود نہیں ہوتے، بلکہ اس لفظ کی مراد پہچاننے کے لیے خود شارع کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اجمال کا سبب کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ لفظ ایسا مشترک ہوتا ہے جس کے ساتھ معنی ومطلوب کو متعین کرنے والے قرینے نہیں ہوتے، اور کبھی غرابت لفظی بھی اجمال کا سبب بنتا ہے، جیسے اس آیت میں إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (المعارج: ۱۹) ''بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔'' میں لفظ ھلوع ہے، اسی لیے بعد میں آیت نے اس کی وضاحت کی ہے کہ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا (المعارج: ۲۰-۲۱) ''جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔''

اور اس کی مثال لفظ القارعۃ ہے جس کی تفسیر خود آیت میں ہی آئی ہے:

﴿الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝﴾

(القارعة: ۱-۵)

''وہ کھٹکھٹانے والی۔ کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔''

اور کبھی اجمال کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لفظ کو لغوی معنی کی بجائے اصطلاحی معنی میں نقل کیا جاتا ہے، جیسے حج، صلوٰۃ، زکوٰۃ۔ اسی لیے سنت نبویہ نے ان الفاظ سے مراد شرعی معانی کو بیان کر دیا ہے اگر خود شارع اس کو بیان نہ فرما دیتے تو ان الفاظ سے جو معانی شارع نے مراد لیے ہیں ان کی معرفت ممکن نہ ہوتی۔

۳۳۹۔ مجمل کا حکم:

اس کی مراد کی تعیین میں توقف ہوگا، اس پر صرف اسی صورت میں عمل ہو سکتا ہے جبکہ شارع کی طرف سے ایسی دلیل آ جائے جو اس اجمال کو ختم کر دے اور اس کے معنی کھول کر بیان کر دے، جب یہ بیان قطعی اور مکمل ہوگا تو مجمل مفسر بن جائے گا، جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی وضاحت آئی ہے، اگر اس طرح بیان نہ ہوتو مجمل مشکل ہو جائے گا، تب اس کے اشکال کو دور کرنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوگی کیونکہ اگر شارع اس مجمل کی کچھ تعیین نہ کر دیں تو معنی ومقصود کی معرفت کے لیے غور وفکر اور اجتہاد کا دروازہ کھولا جائے گا، اس کی مثال لفظ ربا یعنی سُود ہے جو کہ قرآن میں مجمل آیا ہے، حدیث نبوی نے اس کو حدیث میں ذکر کر دیا ہے کہ اموال ربویہ چھ ہیں، لیکن یہ بیان کافی نہ ہے کیونکہ اس میں ربا کو ان میں محصور نہیں کیا، لہٰذا جن چیزوں میں ربا ہوگا ان کو بیان کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوگی، تاکہ حدیث کے مضمون پر قیاس کر لیا جائے۔

چوتھا، متشابہ ①

۳۴۰۔ یہ وہ لفظ ہے جس کی مراد مخفی ہو، اس کا صیغہ اپنی مراد نہیں بتا سکتا، جب تک اس خفاء کو ختم کرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو تب تک اس کے ادراک کا کوئی راستہ نہ ہو، اور اس کا علم صرف شارع کے پاس ہو، یہ وہ تعریف ہے جسے علماء اصول نے بیان کیا ہے، مثال میں ان حروف مقطعات کو پیش کیا ہے جو سورتوں کی ابتداء میں ہیں، جیسے حمعسق اور اس کی مثال آیت صفات بھی ہیں، جس طرح یہ فرمان ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ (طٰهٰ: ۵) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔'' يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح: ۱۰) ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔'' حق بات تو یہ ہے کہ اس معنی میں متشابہ جو اصولیوں نے مراد لیا ہے، وہ علم الکلام کی ابحاث میں سے ہے نہ کہ اصول کی ابحاث میں سے، ہمارے لیے سر دست صرف یہی کہہ دینا کافی ہے کہ حروف مقطعات اور آیات صفات اس متشابہ کے قبیل سے نہیں ہیں، جو یہ مراد لے رہے ہیں، حروف مقطعات جو ہیں یہ بیان کرنے کے لیے ہیں کہ قرآن ان حروف سے اور ان جیسے دیگر حروف سے مل کر بنا ہے، لیکن اس کے باوجود بشریت اس کو حکایت کرنے سے قاصر ہے، یہی اس بات کی نشانی ہے کہ یہ معجزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نیز آیات صفات کا مطلب بھی معروف ہے، ان کو ان معانی پر محمول کیا جائے گا جو اللہ عزوجل کے لائق ہیں یعنی یہ صفات اللہ تعالیٰ کیلئے اس انداز سے ثابت ہیں جو کہ

① اصول [illegible]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ